کتب سماوی پر ایک نظر

(۶)
عہد جدید (اناجیل وغیرہم)

از جناب ذوقی شاہ صاحب

(سلسلۂ اشاعت ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

سرگذشت اناجیل بہرحال اناجیل اربعہ اور بقیہ کتب عہد جدید کسی کی بھی اصلی تصنیف ہوں اور کسی زمانہ میں بھی تصنیف ہوئی ہوں، الہامی ہوں خواہ مصنفین کی ذاتی تصانیف، اُن کے مذہبی تقدس کے تسلیم ہونے اور اُن کے قابل اعتماد ہونے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس بات کا کافی طور پر اطمینان کر لیا جائے کہ انکا اصلی اور ابتدائی وجود آج اپنی سچی صورت میں ہمارے سامنے باقی بھی ہے یا نہیں اور جو کتابیں آج ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہیں وہ اپنی اصلی صورت میں قائم بھی ہیں یا نہیں۔ اس امر کی تحقیقات کے لئے ضرورت ہے کہ:۔

(۱) قدیم نسخوں کو ٹٹولا جائے، اُنکی قدامت کا حال دریافت کیا جائے پھر اُن سے موجودہ مروجہ نسخوں کا مقابلہ کیا جائے۔

(۲) تراجم کی صحت یا عدم صحت پر تنقیدی نظر ڈالی جائے۔

(۳) بعض مصنفین قدیم نے اناجیل کے بعض مضامین کو اپنی تصانیف میں جگہ دی ہے جس سے عیسائی علماء اناجیل مروجہ کی قدامت وصحت پر دلیل لاتے ہیں چنانچہ اِس دعوی پر بھی تحقیقی نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

قدیم نسخے اس بات پر مسیحی علماء کا اتفاق ہے کہ انجیل کے جتنے اصلی نسخے تھے سب ضائع ہو چکے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی۔ چنانچہ متی کی انجیل (باب ۲۷ آیہ ۴۶) میں جو فقرہ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان کا نکلا ہوا

درج ہے کہ "ایلی ایلی لما سبقتنانی" (یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا) وہ عبرانی زبان میں ہے۔ اسی سلسلہ کے مضمون نمبر ۲ میں تبلایا جا چکا ہے کہ بکثرت عیسائی علما تسلیم کرتے ہیں کہ متی کی انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی مگر آج وہ عبرانی نسخہ اس دنیا سے مفقود ہے اور اس کو غائب ہوئے بارہ سو برس سے زاید گذر چکے۔ اب یونانی زبان کے ترجمے ہی عہد جدید کی اصلی کتابیں سمجھی جاتی ہیں مگر ان قدیم یونانی نسخوں میں سے جو کہ تعداد میں بہت ہی کم ہیں کوئی نسخہ چوتھی صدی عیسوی سے پہلے کا نہیں بیان کیا جاتا اور ان کے چوتھی صدی کا ہونے میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے۔ فرنسس کرافورڈ برکٹ فاضل علوم دینیات و پروفیسر الہیات متعینہ کیمبرج یونیورسٹی انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا مطبوعہ ۱۹۲۹ء کی جلد ۳ میں زیر عنوان "بائبل" تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"بہت عرصہ ہوا کہ عہد جدید کے اصلی قلمی نسخے ضائع ہو چکے ہیں باستثنار چند منتشر اجزا کے جو سب کے سب شمالی مصر سے دستیاب ہوئے۔ یہی حشر عیسائیوں کی بقیہ دیگر قدیم قلمی کتابوں کا بھی ہوا جب چوتھی صدی عیسوی میں حکومت عیسائی ہوگئی اور چرچ قائم ہوا تو نسخوں کی باقاعدہ نقلیں شروع ہوگئیں جنہیں کوڈیکس کہتے ہیں۔ چوتھی صدی کے اس قسم کے صرف دو کوڈیکس اب باقی ہیں اور ان میں جو کچھ درج ہے اسی کو اس زمانہ میں پوری بائبل سمجھا جاتا تھا۔

ہارن صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ :۔

یونانی نسخے بہت کم ہیں جن میں عہد عتیق اور عہد جدید دونوں کی کتابیں موجود ہوں۔ اکثر میں صرف ۴ انجیلیں ہی پائی جاتی ہیں اور بعض نسخوں میں صرف حواریوں کے اعمال اور بعض میں اعمال اور پولوس کے نامے اور چند نسخوں میں صرف مشاہدات یوحنا۔ سب نسخے بالخصوص وہ جو زیادہ قدیم ہیں زمانہ کے دست مضرت سے یا غفلت سے ناقص ہوگئے ہیں۔ ان نسخوں میں پہلے کے لکھے ہوئے کو مٹا کر اس کی تصحیح کی ہے۔ بعض جگہ خوب نہیں مٹایا کیونکہ نسخہ اصلی لکھا ہوا بھی معلوم ہوتا ہے۔ اصلی لکھے ہوئے کو بعد کی تصحیح پر ترجیح

دی جاتی ہے پہلے لکھے ہوئے کو کہیں تو اسطرح مٹایا ہے کہ الفاظ پر خط کھینچ دیا گیا ہے کہیں چاقو سے چھیلا ہے کہیں اسفنج سے پونچھ دیا گیا ہے اور اس جگہ دوسرے الفاظ لکھدیئے گئے ہیں اسطرح کا مٹانا چند حروف یا الفاظ تک محدود نہیں بلکہ کوڈیکس بیزی اور دیگر کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح پوری کتابیں کی کتابیں صاف کر کے ان پر دوسری کتابیں لکھدی گئی ہیں ۔ جہاں بسبب زمانہ دراز کے کوئی تحریر اوڑ جاتی اُس کو اسی طرح رہنے دیتے اور بغیر زیادہ مٹانے کے اُسی پر دوسری تحریر لکھدیتے + + ++ + ++ مدت تک یہ خیال رہا کہ یہ روش گیارھویں بارھویں تیرھویں اور چودھویں صدی تک رہی اور یونان میں بالتخصیص جاری رہی مگر حقیقت یہ ہے کہ وحشت اور جہالت کی یہ قباحت زیادہ عرصہ تک قائم رہی اور رومیوں میں بھی پھیلی رہی ''

فن طباعت کی ایجاد سے قبل اور کاغذ کے وجود میں آنے اور ارزاں ہونے سے پیشتر کتابوں کی اشاعت میں جو دقتیں پیش آتی تھیں اُنکا ذکر اسی سلسلہ کے مضمون نمبر ۱ میں آچکا ہے ۔ اسی مضمون میں سرگذشت توریت" کے زیر عنوان توریت کی جو آٹھ تباہیاں بیان کی گئی ہیں ۔ ان میں سے آخری پانچ بربادیوں میں جو کہ ولادت مسیح کے بعد واقع ہوئیں اناجیل اور بقیہ کتب عہد جدید بھی شامل ہیں ۔ حفاظ کے وجود کا نہ ہونا جو یہودیوں کی خامی کا باعث تھا عیسائیوں کی بھی خامی کا باعث رہا ۔ اس پر طرّہ یہ ہوا کہ بعض پادریوں کے علاوہ کسی کو اپنے پاس انجیل رکھنے کی اجازت نہ تھی ۔ عوام الناس کو اس زمانہ میں انجیل پڑھنے تک کی ممانعت تھی سنہ ۱۵۲۴ء میں شہر لینزرک میں ایک کتب فروش جس کا نام ہرگاٹ تھا صرف اس جرم پر قتل کر دیا گیا کہ اس نے ایک انجیل فروخت کی تھی ۔ اسی جرم میں ایک دوسرے کتب فروش کی آنکھیں نکالی گئیں تھیں ۔ مارٹن لوتھر کے زمانہ سے انجیلوں کو شہرت ہوئی ہے مگر طباعت کی ایجاد کے بعد بھی کچھ عرصہ تک انجیلیں بہت گراں رہیں ہندی تواریخ کلیسا کے صفحہ ۲۲۲ پر لکھا ہے کہ فرانس میں جو انجیل کہ پانچسو روپیہ (۵۰۰) میں فروخت ہوتی تھی وہ ایجاد

طباعت کے بعد بھی وہاں ایک سو میں سے کم میں دستیاب نہ ہوتی تھی۔ پھر ایک عیسائی تصنیف مرأت الصدق (صفحہ ۴۸-۴۹) کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نوع کے واقعات بھی پیش آتے رہے ہیں پراٹسٹنٹ عیسائیوں نے رومن کیتھولک عیسائیوں کی عداوت میں وہ تمام کتب خانے غارت کر دیے جن کا ذکر ہو چکا۔ بیل رورو کر کرتا ہے۔ اُن کتابوں کو غرق کیا۔ اُن کے اوراق سے اپنے شمعدان اور جوتے صاف کئے۔ دوکانداروں اور صابون بیچنے والوں کے ہاتھ انہیں فروخت کیا کہ وہ اُن سے پڑیاں بنائیں۔ سمندر پار کے جلد سازوں کے ہاتھ اُن کتابوں کو فروخت کیا اور وہ بھی کچھ سَو پچاس کی تعداد میں نہیں بلکہ جہاز کے جہاز لاد کر۔ مذہبی کتابیں عداوت باہمی کی بنا پر اس کثیر تعداد میں برباد ہوئیں کہ غیر اقوام کے لوگوں کو تعجب آتا تھا۔ اس نوع کے واقعات کا نتیجہ ہوا کہ اصلی کتابیں برباد ہوگئیں اور نقلی اور جعلی کتابوں نے اُن کی جگہ لے لی۔ ممکن ہے کہ ان جعلی کتابوں میں سب جھوٹ ہو یا کچھ سچ ہو اور کچھ جھوٹ۔ دونوں صورتوں میں وہ محققین کی نگاہ سے گر گئیں اور آج یورپ میں عیسائی جماعتوں ہی کے لوگ ان پر نکتہ چینیاں کرتے ہیں اور انھیں ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں۔

قدیم عیسائی محققین نے اپنے زمانہ کے اُن قلمی نسخوں کو جو اصلی نسخوں کی نقلیں بیان کئے جاتے تھے کوشش بلیغ سے عبارات کا مقابلہ کر کے متعدد اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ ڈاکٹر گریس باخ (گریس بک) کے وضع کردہ قوانین کے مطابق عہد جدید کے یونانی نسخے تین اقسام میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

(۱) پہلی قسم الیگزنڈرین ہے جس کو مصری نسخہ بھی کہتے ہیں۔ اس قسم میں وہ تمام قلمی نسخے داخل ہیں جن کی مشہور عبارتیں الیگزنڈریہ (اسکندریہ) کے مورخین و مصنفین کی اُن عبارات سے مطابقت رکھتی ہیں جو اُن لوگوں نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔ ان مصنفین میں اوریجن اور کلیمنٹ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ان دونوں مصنفین کے بعد مصریوں اور یونانیوں نے اسی نسخہ کو اختیار کر لیا۔

(۲) دوسری قسم آکسی ڈنٹل یا ویسٹرن یعنی مغربی نسخہ کی قرار دی جاتی ہے۔ اس قسم کے نسخے افریقہ اٹلی اور مغربی یورپ میں مروج ہو گئے۔

۳۔ تیسری قسم بائیزن ٹائین یا اورینٹل یعنی مشرقی نسخہ کی ہے۔ پانچویں اور چھٹی صدی کے درمیان محققین کے ہاتھ ایک ایسا نسخہ آگیا جو متذکرۂ بالا دونوں نسخوں سے مختلف تھا۔ یہ نسخہ قسطنطنیہ میں مقبول ہوگیا قسطنطنیہ کو اُس زمانہ میں بائیزن ٹائین کہتے تھے اور وہ پوپ کا پائے تخت تھا۔ چنانچہ قرب وجوار کے صوبے اور ممالک اور وہ تمام لوگ جو قسطنطنیہ کے پوپ کے روحانی تسلط کے مطیع تھے بائیزن ٹائین نسخہ کے بھی مطیع ہوگئے اس نسخہ کی عبارتیں یونانی و لگٹ کے نسخہ سے بہت مطابقت رکھتی ہیں۔ مسٹر میکیلس نے بائیزن ٹائین نسخہ کو قدیم وجدید کی تفریق سے بھی منقسم کیا ہے مگر کوئی قاعدہ مقرر نہیں جس کی رو سے ہم قدیم وجدید میں تمیز کرسکیں۔

متذکرہ بالا تین اقسام پر مسٹر میکیلس نے ایک چوتھی قسم کا اضافہ کیا ہے جسے وہ اڈیسن نسخہ پیکیٹو یا پرانا سُریانی زبان کا ترجمہ عہد جدید قرار دیتے ہیں۔ اس نسخہ میں متذکرۂ بالا تینوں نسخوں سے بہت اختلافات ہیں۔

بعض پادریوں نے زمانہ کے اعتبار سے ان نسخوں کی ترتیب کی ہے مثلاً پروفیسر ہگ نے اور بعض نے دیگر اعتبارات سے انہیں تقسیم کیا ہے۔ مقصد ان تقسیمات وتحقیقات کا یہ تھا کہ اصلی اور غیر اصلی نسخوں میں امتیاز پیدا ہوسکے اور صحیح عبارات کو غلط عبارات سے تمیز کیا جاسکے مگر اس میں ناکامی رہی۔ اور پیچیدگیاں روز بروز بڑھتی گئیں۔ ہارن صاحب بالآخر تنگ آکر لکھتے ہیں کہ اب کسی نسخہ میں مصنف کی ساری عبارت درج نہیں بلکہ تمام جہان کے نسخوں میں وہ پھیلی ہوئی ہے۔ بینٹلی صاحب لکھتے ہیں کہ مصنفوں کے اصلی نوشتے اب موجود نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے تمام اصلی الفاظ کسی ایک نقل میں نہیں ملتے لیکن جملہ نقول کے مقابلہ سے دریافت ہوتے ہیں۔ پادری فانڈر صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"اب ورآنحالیکہ اصل نسخہ موجود نہ رہا اور قدیم کتابوں کا شاید ایک بھی اصل نسخہ اب تک باقی نہ رہا ہو، پس ان غلطیوں کے تصحیح کرنے کی کوئی اور راہ اور تدبیر نہیں ہے مگر یہ کہ اس کی سب نقلیں نزدیک و دور سے جمع کریں اور عالم وفاضل زباندان اُن سب کو مقابلہ کرکے اس راہ سے تصحیح کریں اور جتنے نسخے زیادہ ہوں تصحیح

بھی اتنی ہی آسان ہو گی"

(اختتام دینی مباحثہ)

ہم یہہ کہتے ہیں کہ مقابلہ کے لئے نسخے خواہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں جب اصلی نسخہ کا وجود ہی مفقود ہے تو یہ ظنی تصحیحات کیونکر معتبر ہو سکتی ہیں۔

کوڈیکس اب ذرا اُن قدیم قلمی نسخوں پر بھی نظر ڈال لینے کی ضرورت ہے جنہیں کوڈیکس کہتے ہیں۔ اور جن کی قدامت کے زعم پر پادری عوام کے سامنے اناجیل مروجہ کی صحت وصداقت کا بڑے زور و شور سے دعویٰ کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حالات بیشتر ہارن صاحب کے انٹروڈکشن سے ماخوذ ہیں:۔

(۱) کوڈیکس الیکزنڈرین یعنی نسخہ سکندریہ۔ اس نسخہ کو ۱۶۲۸ء میں قسطنطنیہ کے لاٹ پادری نے چارلس اول شاہ انگلستان کو نذر کیا۔ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ عیسائی علماء مصححین بائبل نے قدامت کے لحاظ سے اسی نسخہ کو اول درجہ میں رکھا ہے۔ یہ چار جلدوں میں ہے تین جلدوں میں عہد عتیق کی جھوٹی سچی ساری کتابیں شامل ہیں اور چوتھی جلد میں عہد جدید کی کتابیں۔ اس جلد میں کلیمنٹ کا نامہ اول بنام کارنتھینز اور زبور سلیمان بھی درج ہیں جنہیں عیسائی اب جعلی قرار دیتے ہیں۔ عہد جدید کی کتابوں میں سے متی کی انجیل ابتدا سے باب ۲۵ آیہ ۶ تک اور یوحنا کی انجیل باب ۶ آیہ ۵۰ سے باب ۸ آیہ ۵۲ تک اور نامہ دوم قرنتیون کو باب ۴ آیہ ۱۳ سے باب ۱۲ آیہ ۷ تک غائب ہے۔ زبور سے پہلے اتھانی سیش کا ایک نامہ بنام مارسلینس زائد ہے اور اس کے بعد ایک فہرست ان زبوروں کی بھی درج ہے جو رات دن کے ہر گھنٹہ کی نمازمیں استعمال کی جائیں۔ چند گیت بھی اس فہرست میں درج ہیں جن میں سے گیارہواں گیت حضرت مریم کی تعریف میں ہے۔ بعض عیسائی عالموں نے اس نسخہ کی بہت تعریف کی ہے اور بعض نے انتہا درجہ کی مذمت۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ نسخہ کسنے لکھا، کب لکھا، اور کہاں لکھا گیا۔ گریب اور اسکانیر اسے اختتام صدی چہارم سے قبل بتلاتے ہیں۔ وُسٹین پانچویں صدی کا، ڈاکٹر سیمبلر ساتویں صدی کا، سکیلیس آٹھویں صدی کا، اور اُدن

دسویں صدی کا تبلاتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دسویں صدی صدی عیسوی میں یورپ انتہا درجہ کی تاریکی اور جہالت میں غرق تھا اور نفسانیت جھوٹ دغا فریب اور جعل سازی کی گرم بازاری تھی۔

۲- کوڈیکس واٹیکن یعنی پوپ کے محل (روم) والا نسخہ۔ عیسائی علماء کے نزدیک اس کا دوسرا نمبر ہے رومی ترجمہ سیپٹو اجنٹ (مطبوعہ ۱۵۹۰ء) میں اس نسخہ کا متن ہے اور رومی نسخہ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ۔ یہ نسخہ ۳۸۷ء سے قبل یعنی چوتھی صدی کے آخر کا لکھا ہوا ہے۔ پروفیسر ہگ کا خیال ہے کہ یہ چوتھی صدی کی ابتدا کا ہے بشپ مارش پانچویں صدی کے آخر کا تبلاتے ہیں مونٹ فاکن اور بلین کا ین پانچویں یا چھٹی صدی کا کہتے ہیں۔ اور دیوین صاحب زور دیتے ہیں کہ یہ ساتویں صدی عیسوی کا ہے مونٹ فاکن تو اس امر پر بھی بہت زور دیتے ہیں کہ ایک بھی یونانی نسخہ چھٹی صدی عیسوی سے قبل کا لکھا ہوا نہیں ہے، نہ کوڈیکس الیکزنڈرین اور نہ کوڈیکس واٹیکن۔ اور یہ دونوں نسخے عیسائیوں کے نزدیک موجودہ تمام نسخوں میں قدیم ترین ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرور کائنات محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے زمانہ میں اس زمانہ کے اہل کتاب کے پاس توریت وانجیل کے جو نسخے تھے وہ بھی اب غائب ہیں اور قرآن شریف میں توریت وانجیل کے جو حوالجات آئے ہیں ان کا ان کتابوں پر صادق آنا لازمی نہیں جو آجکل توریت وانجیل کے نام سے مشہور ہیں۔ اس پہلو پر تفصیلی بحث انشاء اللہ کسی دوسرے موقع پر کی جائے گی۔

کوڈیکس واٹیکن کے حصہ عہد عتیق سے کتاب پیدائش کے چھیالیس ابواب (از باب اول تا باب چھیالیس) اور زبور کے تیتیس ابواب (از باب ۱۰۵ تا ۱۳۷) غائب ہیں۔ عہد جدید میں عبرانیوں کے باب ۹ آیہ ۱۴ سے آخر نامہ تک اور دو نامے بنام تمتاؤس اور نامجات بنام طیطس اور فلیمان اور مشاہدات یوحنا کی پوری کتاب غائب ہے مگر پندرہویں صدی میں کسی نے مشاہدات اور آخر نامہ عبرانیاں لکھکر کوڈیکس میں

شامل کر دیا ہے۔ اس نسخہ میں کاٹ چھانٹ بہت ہے۔ بہت جگہ پھیلا گیا ہے۔ پھر درست کیا گیا ہے یہ کوڈکس جس لاطینی ترجمہ (یعنی سپٹو اجنٹ) کی نقل ہے اُس کے متعلق وارڈ صاحب اپنی کتاب غلطنامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں کہ مشرق کے ملحدوں نے اس میں تحریفیں کی ہیں۔ ہارن صاحب لکھتے ہیں کہ ۔

"یہ بات ضرور یاد رکھی جائے کہ کوئی ترجمہ مثل ترجمہ لاطینی کے خراب نہیں کیا گیا۔ اس کے نقل کرنے والوں نے بہت ناجائز خودسری سے عہد جدید کی ایک کتاب میں دوسری کتاب کے فقرے داخل کر دیے اور حاشیہ کی عبارت کو متن میں درج کر دیا ہے۔"

باوجود اس اہمیت کے جو مذکورہ بالا دونوں کوڈیکسوں کو دی جاتی ہے۔ تعجب ہے کہ ان دونوں میں اس درجہ اختلاف ہے کہ ایک نام کی دو کتابوں میں ایسا اختلاف کہیں نظر نہیں آتا۔ ہارن صاحب لکھتے ہیں کہ جہان میں کسی کتاب کے دو نسخے ایسے مختلف نہیں جیسے کہ کوڈکس الیگزنڈرین اور کوڈیکس واٹیکن ہیں پادری فانڈر صاحب اور دیگر عیسائی محققین کو بھی یہ شکایت ہے۔ جب اہم ترین نسخوں کا یہ حال ہے تو کم تر نسخوں کے ذکر سے کاغذ کو رنگین کرنا لاحاصل ہے۔ تاہم اطمینان مزید کے لیے چند دیگر کوڈیکسوں پر بھی نظر ڈالی جاتی ہے۔

۳۔ کوڈیکس سیناٹیکس یعنی نسخہ سینا۔ اس نسخہ کی آج کل خوب دھوم مچ رہی ہے اور انگلستان نے اسے جدید اہمیت دے رکھی ہے اس کی داستان بھی عجیب ہے۔ جرمنی کا ایک مشہور عالم ڈاکٹر ٹشنڈرف ۱۸۴۴ء میں مونٹ سینائی یعنی کوہ طور کی ایک مشہور عیسوی خانقاہ سینٹ کیتھرین کے کتب خانہ کی سیر کر رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ خدام خانقاہ آگ روشن کرنے کے لئے قلمی اوراق کا ڈھیر ایک ٹوکرے میں لائے ہیں۔ ڈاکٹر نے آگے بڑھکر چند اوراق ٹوکرے سے نکال کر دیکھے تو معلوم ہوا کہ یہ تو بائبل کے یونانی نسخہ سبعینیہ کی کوئی پرانی نقل ہے۔ بیتاب ہو گیا کیونکہ نسخہائے قدیم کا وہ دلدادہ تھا۔ فوراً راہبوں سے درخواست کر کے چالیس اوراق ٹوکری میں سے اُس نے اور نکال لئے اس کے انداز بیتابانہ کو دیکھ کر راہب سمجھ گئے کہ ٹوکرے میں اوراق کا یہ ڈھیر جو

آگ میں جھونکے جانے کے لئے آیا ہے غالباً کوئی قیمتی چیز ہے اور کیا عجب کہ کسی موقعہ پر افزونی دولت کا باعث ہو۔ اُنہوں نے اس ٹوکرے کو اٹھا کر حفاظت سے رکھ لیا اور ڈاکٹر کی مزید درخواست، پر اسے مزید اوراق دینے سے انکار کردیا۔ ڈاکٹر نے جرمنی پہنچکر اوراق بقیہ کے حصول و تحفظ کی کوشش شروع کردی۔ پندرہ برس کی مسلسل کوشش کے بعد وہ زار روس کو اپنی جانب متوجہ کرنے میں کامیاب ہوا اور ۱۸۵۹ء میں، وہ پھر اُس خانقاہ میں آیا۔ اس مرتبہ شاہی سفیر کی حیثیت سے آیا۔ بڑی کوشش اور بڑی مشکل سے کامل نسخہ کی تلاش کرکے راہبوں کو رضامند کیا اور نسخہ اپنے ہمراہ لیکر روس کے پایۂ تخت میں آیا۔ یہ نسخہ وہاں کے شاہی کتب خانہ میں رہا۔ مگر سال گذشتہ بالشوکس نے اس نسخہ کو ایک لاکھ پونڈ قیمت پر حکومت انگلستان کے ہاتھ فروخت کردیا اس قیمت کا نصف حکومت اپنے پاس سے ادا کریگی اور نصف رعایا سے چندہ لیا جائیگا۔ برٹش میوزیم میں اب یہ نسخہ آگیا ہے اور چونکہ لوگوں سے ابھی روپیہ وصول کرنا باقی ہے اس لئے اس کی قدامت اور تعریف کے اشتہارات کا آج کل زور ہے۔ ٹائمس آف انڈیا کا بیان ہے کہ اس کوڈیکس میں عہد عتیق کی کتابوں کا بڑا حصہ ہے جو کہ یونانی زبان میں ہے نہ کہ عبرانی میں لیکن عہد جدید کی پوری کتابیں ہیں جنمیں انجیل برنباس اور "دُی شیپرڈ آف ہرمس" بھی شامل ہیں۔ اسی ٹائمس آف انڈیا کی اشاعت مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۳۴ء کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کے بعض حلقوں میں اس کوڈیکس پر آوازے بھی کسے جارہے ہیں اور بیان کیا جارہا ہے کہ یہ کتاب جعلی ہے اور کانسٹنٹائن سائمونائیڈز کا تیار کیا ہوا یہ جعل اور اُس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ کتاب ہے۔ یہ شخص یونان کا رہنے والا اور انیسویں صدی کا مشہور جعلساز تھا۔ اُس کا پیشہ ہی جعلسازی تھا۔ صورت سے اس کے وجاہت ٹپکتی تھی۔ ماتھا اس کا بہت چوڑا تھا۔ قدیم قلمی تحریروں کے متعلق معلومات میں اوران کی نقل کرنے کے فن میں دنیا میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ ہزاروں قلمی نسخے اس کے قبضہ میں تھے جو اس نے مختلف عیسائی خانقاہوں سے حاصل کئے تھے۔ ان قلمی نسخوں کے ذریعہ وہ لوگوں کو دھوکا دیتا تھا اور انھیں اپنا گرویدہ بنا کر اپنے ہاتھ کی جعلی تحریروں کو بڑی بڑی قیمتوں پر اُن کے ہاتھ فروخت کرتا تھا۔ ایک موقع پر وہ لیپزگ

میں گرفتار بھی ہوا تھا۔ اور برلن میں اوس پر مقدمہ چلا تھا مگر جرم ثابت نہ ہوسکا اور عدالت مجبور ہوگئی کہ اُسے چھوڑ دے۔ اس کے بعد اُس نے بڑے پیمانہ پر سیاحت شروع کردی اور بڑے بڑے کتب خانوں کی اس نے سیر کی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک موقعہ پر وہ خود اعتراف کرچکا ہے کہ کوڈیکس سیناٹیکس میری ہی کاریگری کا نمونہ ہے۔

۴۔ کوڈیکس ایبروسنیس۔ ساتویں صدی کا لکھا ہوا بیان کیا جاتا ہے۔ انداز عبارت شہادت دیتا ہے کہ زمانہ مابعد کے کسی شخص نے اس میں کچھ اضافہ کیا ہے۔

۵۔ کوڈیکس افرمی یا کوڈیکس رجی آس۔ یہ نسخہ مصر میں لکھا گیا۔ عہد جدید کے بہت سے مقامات سے عبارت اُڑی ہوئی ہے بشپ مارش کی تحقیقات کی رو سے ساتویں صدی کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ کوڈیکس بیزی۔ اس میں چار انجیلیں اور اعمال کی کتاب ہے۔ چھیاسٹھ (۶۶) ورق اس میں بہت پھٹے ہوئے اور خراب ہیں۔ دس ورق کسی نے بعد میں لکھکر لگائے ہیں۔ متی کے پہلے باب کی بیس آیتیں غائب ہیں۔ زمانہ تحریر میں اختلاف ہے۔ بعض دوسری صدی، بعض پانچویں، بعض چھٹی، اور بعض ساتویں کا لکھا ہوا نسخہ بیان کرتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر گریسباخ اسے بارہویں صدی کا لکھا ہوا بیان کرتے ہیں۔ اس نسخہ میں وقتاً فوقتاً اصلاحیں ہوتی رہی ہیں جن پر تفصیلی بحث گریسباخ نے کی ہے۔ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں یہ نسخہ موجود ہے

(۷) کوڈیکس کارس وانسس۔ بارہویں صدی کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ عہد جدید کی کتابوں پر مشتمل ہے یہ استثنا مشاہدات یوحنا جس نسخہ سے اسے نقل کیا گیا ہے اس کے حاشیہ پر جو عبارت بطور شرح کے لکھی تھی وہ اس نقل میں متن کے ساتھ شامل کردی گئی ہے۔

اس سے زاید کوڈیکوں اور پرانے قلمی نسخوں کے حالات دریافت طلب ہوں تو ڈاکٹر گریسباخ اور میکالس کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے۔

اختلافات مابعد | قدیم نسخوں کی جب یہ کیفیت ہے تو نقول مابعد کا اختلافات سے محفوظ رہنا کیونکر ممکن تھا

میں آسکتا ہے۔ جرمنی کے مشہور ڈاکٹر مِل نے عہد جدید کے چند نسخے جمع کرکے مقابلہ کیا تو عبارت میں تیس ہزار اختلافات نکلے۔ جان جمس ونطسطین نے مختلف ممالک میں پھر کر بہت بڑی تعداد میں نسخوں کا مقابلہ کیا تو دس لاکھ اختلافات پائے۔ ان میں سے بکثرت اختلافات تو ایسے ہیں جنھیں قرات اور کتابت کا اختلاف کہہ سکتے ہیں لیکن ایسے اختلافات بھی کچھ کم نہیں ہیں جن سے معنی میں بڑا فرق واقع ہوجاتا ہے۔ ان اختلافات کا ہونا لازمی تھا۔ بقول ہارن صاحب کے وجوہِ اختلافات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ان نسخوں میں غلطیوں کا ہونا جنسے نقلیں کی جاتی تھیں۔

۲۔ ناقلوں کی غفلت، غلطیاں اور جہالت، ناسمجھی کی بنا پر کبھی اصلی نسخے کے علامات واشارات کو نہ سمجھنا، کبھی متن اور حاشیہ پر کی شرح میں امتیاز نہ کرنا اور انہیں خلط ملط کردینا۔

۳۔ کبھی بظاہر اختلافی عبارت کو تطبیق دینے کی غرض سے کبھی کسی اعتراض کے دفع کرنے کی نیت سے، کبھی اپنے نزدیک اصلاح کی ضرورت سمجھکر کبھی عبارت میں حسن مزید پیدا کرنے کی کوشش میں اپنی طرف سے نقلوں میں تصرف کرنا اور عبارت کو تبدیل کردینا۔

۴۔ کبھی اپنے مذہبی فرقے کی تائید میں جھوٹ سے مدد لینے کو ثواب سمجھکر عبارات کو تبدیل کردینا اور اپنے مطلب کا بنالینا۔

ترجموں کی کیفیت ترجموں کی صحت و عدم صحت پر جداگانہ عنوان کے تحت میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ جتنی خرابیاں بیان کی گئی ہیں۔ وہ سب ترجموں ہی سے متعلق ہیں۔ اصلی زبان میں تو بائبل کا اب وجود ہی نہیں رہا۔ یہ جو کچھ نظر آرہا ہے اصل کے نہ ہونے اور ترجموں پر دین کا دار و مدار ہوجانے ہی کا نتیجہ ہے۔ تاہم اگر ترجمہ در ترجمہ کی غلطیوں کی بھی فہرست پیش کرنے کا قصد کیا جائے تو اس کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہوگی۔

مصنفین قدیم کی شہادت علمار عیسوی کا دعوی ہے کہ مصنفین قدیم مثلاً کلیمنس وغیرہ اپنی تصانیف میں اناجیل کے بعض فقرات درج کرتے ہیں جن سے اناجیل مروجہ کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔ ہم سردست کلیمنس کی صر

ایک مثال کو لے کر دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے۔ کیونکہ اس ایک مثال سے بقیہ مثالوں پر بھی روشنی پڑے گی، بوجہ اس کے کہ وہ ساری مثالیں تقریباً یکساں ہیں۔

کلیمنس کو روم کا اسقف بیان کرتے ہیں۔ اُس نے ایک خط قرنتیوں کے نام لکھا تھا جس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ "جو عیسیٰ کو پیار کرتا ہے اس کو چاہئے کہ اُس کے حکم پر عمل کرے"۔ مسٹر جونس کہتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کلیمنس نے یوحنا باب ۱۴ آیہ ۱۵ کے حوالہ سے یہ فقرہ لکھا ہے۔ اول تو یہاں مطابقت پوری نہیں۔ دوسرے حوالہ کا کوئی قرینہ نہیں۔ اگر قدرے مطابقت معنی کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو سب سے پہلے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا واقعی کلیمنس نے قرنتیوں کے نام کوئی خط بھیجا بھی تھا یا یہ سب فرضی واقعہ ہے۔ اگر بھیجا تھا تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ خط اپنی اصلی صورت میں آج بھی موجود ہے اور یہ فقرہ اُس میں بعد کا الحاق نہیں۔ جب اناجیل تک میں الحاق ہو گیا تو ایک معمولی اسقف کے خط میں الحاق کا ہو جانا کونسی بڑی بات ہے۔ بعد اُس کے یہ دیکھنا چاہئے کہ خط کی تاریخ کیا ہے۔ اس کی تاریخ کے متعلق اختلاف ہے۔ سنہ ۶۴ء بھی بیان کیا جاتا ہے اور سنہ ء اور سنہ ۹۱ء بھی اور سنہ ۹۵ء بھی۔ بہرحال کلیمنس کے خط کے سال تحریر نے سنہ ۹۵ء سے تجاوز نہیں کیا۔ اور تفسیر ہارن صاحب کی رو سے مسٹر جونس ہی کا یہ قول ہے کہ یوحنا نے اپنی انجیل سنہ ۹۸ء میں لکھی۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کلیمنس کے خط لکھتے وقت یوحنا کی انجیل کا وجود ہی کہاں تھا کہ اُس کے حوالہ سے کوئی عبارت اس خط میں لکھی جاتی۔ چنانچہ اسی بنا پر بشپ پترس صاف اقرار کرتے ہیں کہ کلیمنس نے یہ فقرہ انجیل سے نہیں لکھا۔ اگر تحریر خط کے زمانہ میں اس انجیل کا وجود ہوتا بھی تب بھی اس نوع کی مطابقت سے یہ لازم نہ آتا کہ وہ فقرہ انجیل سے لیا گیا ہے۔ صاحب اکسیہومو لکھتے ہیں کہ وہ عمدہ اخلاق مندرجہ عہد جدید جن پر عیسائی بڑا فخر کرتے ہیں لفظاً لفظاً کنفیوشس کی کتاب اخلاق سے جو قریب چھ سو برس قبل مسیح تصنیف ہوئی منقول ہیں۔ مثلاً اخلاق ۲۴ کے ذیل میں یوں مرقوم ہے کہ "دوسرے سے وہ کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے کرے اور نہ کرو وہ جو تم نہیں چاہتے کہ وہ تم سے کرے اور تم کو صرف اسی خُلق کی حاجت ہے اور یہ سب خُلقوں کی اصل ہے"۔ اب یہی مضمون متی باب ۲۲ آیہ ۳۹ و ۴۰ میں بھی درج ہے

جو عیسائیوں میں نہایت عالی اور گولڈن رول اور اصول زرین سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ انجیل کا یہ مضمون کنفیوشس سے ماخوذ ہے تو عیسائیوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ انجیلوں میں اور بھی بہت سے مضامین ہیں جن کے مقابلہ میں ہم معنی مضامین اُن کتابوں سے پیش کئے جاسکتے ہیں جو ولادت مسیح کے قبل سے اپنا وجود رکھتی ہیں۔ اگر یہ کہدیا جائے کہ انجیلوں کے یہ سارے مضامین ان کتابوں سے ماخوذ ہیں تو عیسائی حضرات کو بڑی مشکل کا سامنا پیش آئے گا۔ کیونکہ وہ خود اسی نوع کے دلائل پیش کرنے کے عادی ہو رہے ہیں۔ توارد یا مطابقت مضامین سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کے ان تحریر کردہ مضامین سے آگاہ تک ہو۔

اس بارہ میں عیسائی علماء کے جملہ استدلالات اسی نوع کے ہیں چنانچہ ان سب کو اسی پر قیاس کرلینا چاہئے۔ (باقی)

اعجاز القرآن

یہ ایک بہت ہی نایاب رسالہ ہے علی بن عیسیٰ الرمانی اس کا مصنف ہے۔ (المتوفی ۳۸۴ھ) اب تک اس کے ایک ہی نسخہ کا پتہ چلا تھا جو قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں تھا۔ ڈاکٹر عبد العلیم صاحب ایم۔ اے، پی ایچ ڈی نے اپنے قیام جرمنی کے زمانے میں بڑی دقتوں سے اپنے ایک پروفیسر کے ذریعہ اس کا فوٹو منگوایا اور اب مقام شکر ہے کہ مکتبہ جامعہ نے یہ قیمتی کتاب شایع کردی ہے اور گویا اسے زمانے کی دستبرد سے محفوظ کرلیا ہے۔ کتاب عربی میں ہے اور اس میں قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اعجاز کے متعلق عجیب و غریب نکتے بیان کئے گئے ہیں۔ مکتبہ نے اسے نہایت اہتمام سے بہترین کاغذ پر ٹائپ میں شایع کیا ہے قیمت صرف ۸ر

ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی۔